جلسہ سالانہ کے متعلق احباب جماعت کو ضروری ہدایات

(فرمودہ ۹ ر دسمبر ۱۹۳۸ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''چونکہ میری طبیعت کچھ خراب ہے میں زیادہ بول نہیں سکتا لیکن اس کے ساتھ چونکہ میں جمعہ ہی کی خاطر لاہور سے چل کر یہاں پہنچا ہوں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ خود ہی جمعہ پڑھاؤں۔

دوستوں کو معلوم ہے کہ جلسہ سالانہ اب قریب آرہا ہے جلسہ سالانہ ہم سے خاص طور پر مالی وجانی قربانیاں چاہتا ہے۔ جو لوگ جلسہ کے لئے یہاں آتے ہیں ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا ہوتا ہے اور پھر مہمان نوازی اور خدمت کے لئے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ ہونا یہ چاہئے کہ اگر مقدرت ہو تو جلسہ سالانہ کی مہمان نوازی کا بوجھ صرف قادیان کے لوگ برداشت کریں اور یا پھر زیادہ سے زیادہ ضلع گورداسپور کے لوگ مگر چونکہ ابھی ہماری مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ صرف قادیان کے لوگ ہی یہ بوجھ اٹھا سکیں اس لئے کم سے کم انہیں یہ تو کرنا چاہئے کہ بیرونی جماعتوں کی نسبت زیادہ حصہ لیں تا میزبانی کا جو حق اللہ تعالیٰ نے انہیں بخشا ہے اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے سامنے بعض چھوٹے چھوٹے موانع پیش آ کر انہیں قربانی سے روک دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے دین کے سب پہلوؤں پر غور نہیں کیا ہوتا اور موت ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں ہوتی۔

چھوٹی چھوٹی روکیں بھی ان کے لئے پہاڑ بن جاتی ہیں حالانکہ ویسے ہی موانع اور ویسی ہی روکیں ان کے ہمسائے کے لئے بھی پیش آئیں مگر اس نے ان کے باوجود قربانیوں میں کوئی کمی نہیں کی ہوتی بلکہ زیادتی کر کے اور ثواب حاصل کیا ہوتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مؤمنوں کو دوسروں پر گواہ بنایا ہے[1] اس کے معنی مَیں تو یہی کیا کرتا ہوں کہ قیامت کے روز لوگ آ کر اپنے موانع پیش کریں گے اور کہیں گے ہماری راہ میں یہ مشکلات تھیں اس لئے ہم قربانی نہ کر سکے تب اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو پیش کرے گا اور کہے گا کہ یہ بھی تمہاری ہی طرح کے انسان تھے،ان کو بھی ضرورتیں تھیں،ان کے لئے بھی مشکلات تھیں لیکن ان سب کی موجودگی میں یہ قربانیاں کرتے رہے،تو پھر تمہارے عذر کس طرح قابلِ اعتناء ہو سکتے ہیں۔ جب تک انسان کے سامنے نمونہ نہ ہو اس پر حجت نہیں ہو سکتی۔اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے لئے گواہ بنایا ہے اور مسلمانوں کو بحیثیت جماعت دوسری قوموں پر گواہ بنایا ہے۔[2] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے حجت ہیں تا ان میں سے کمزور اور بزدل جب اپنے عذرات پیش کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے کہ دُنیوی سامانوں کے لحاظ سے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کمزور نہ تھے اگر انہوں نے ان بے سامانیوں کے باوجود قربانیاں کیں تو کیا وجہ ہے کہ تم نہ کر سکے اور اسی طرح دوسری قوموں کے عذرات کے جواب میں اللہ تعالیٰ کہے گا کہ مسلمان بھی تمہاری ہی طرح کے انسان تھے،ان کی راہ میں بھی اسی طرح رکاوٹیں اور مشکلات تھیں اور جب ان کے باوجود انہوں نے قربانیاں کیں تو تم کیوں نہ کر سکتے تھے۔ ہر جماعت میں کوئی گروہ ایسا ہوتا ہے جو نمونہ ہوتا ہے،اور وہ مشکلات، رکاوٹوں اور موانع کے باوجود قربانی کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ دوسروں پر بطور شہید کھڑا کرتا ہے کہ یہ بھی تمہارے ہی جیسے انسان ہیں اور جب انہوں نے تکالیف اور اپنی ضرورتوں کے باوجود کوتاہی نہیں کی اور انہی حالات میں آگے بڑھے ہیں تو تم کیوں نہیں کر سکتے تھے۔

بازار میں ایک دکاندار نماز کے وقت اٹھ کر چلا جاتا ہے اور دوسرا نہیں جاتا اور وہیں بیٹھا رہتا ہے اور اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ دکان اکیلی ہے کس طرح جاؤں تو دوسرے کا نمونہ اس کے سامنے پیش کر کے اسے کہا جا سکتا ہے کہ دکان دوسرے کی بھی اکیلی تھی اور جب وہ

چلا گیا تو تم یہ عذر کیسے کر سکتے ہو۔ یا اگر دوسرا دکاندار کہے کہ یہی بِکری کا وقت ہے چھوڑ کر جانا مشکل ہے تو دوسرے کی مثال اس کے سامنے اس پر بطور حجت پیش کی جاسکتی ہے کہ جب بِکری کا وقت ہونے کے باوجود وہ چلا گیا تو تم بھی جا سکتے تھے۔ اسی طرح بعض کہہ دیتے ہیں کہ وقت کا پتہ نہیں لگا، اذان سنائی نہیں دی تو اسے کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے کے کان بھی ویسے ہی تھے جیسے تمہارے اگر وہ اذان سن سکتا تھا تو یقیناً تم بھی سن سکتے تھے۔ تو جو عذر بھی انسان کرے اس کے توڑنے والے اس کے ہمسایہ میں ہی مل جاتے ہیں اور یہی قیامت کے روز اس پر گواہ ہوں گے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میرے بچے زیادہ تھے اس لئے میں قربانی نہیں کر سکا تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو جو اس سے زیادہ بچوں والا ہے پیش کر کے کہے گا کہ جب اس نے اتنے بچوں کے باوجود قربانی کی تو تم کیوں نہ کر سکے۔ ایک شخص کہے گا مالی تنگی بہت تھی اس لئے قربانی نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ دوسرے مالی تنگی والے کو پیش کر دے گا کہ اس کے لئے مالی تنگی تم سے زیادہ تھی پھر کوئی وجہ نہیں کہ جب اس نے قربانی کی تو تم اگر چاہتے تو نہ کر سکتے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان قربانی کرنا چاہے تو مشکلات پر غالب آ سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ چندہ کی تحریک کی۔ ایک صحابی کے پاس دینے کو کچھ نہ تھا لیکن دل میں شوق تھا کہ حصہ لیں، ایک شخص کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ مجھ سے سارا دن کام لو اور کم سے کم مزدوری دے دینا۔ چنانچہ دو مٹھی جَو مزدوری مقرر ہوئی آپ نے تمام دن کام کیا اور شام کو جو جَو ملے وہ لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ ضرورت ہزاروں روپے کی تھی کیونکہ ایک لڑائی کا سامان کیا جا رہا تھا۔ مگر انہوں نے لا کر دو مُٹھی جَو دیئے تو بجائے اس کے کہ منافقین کے دل میں غیرت پیدا ہوتی اور وہ کہتے کہ یہ غریب محنت و مشقت کر کے جو کچھ حاصل کر سکا لے آیا ہے انہوں نے طنزیہ رنگ میں کہنا شروع کیا کہ لو جی دو مٹھی جَو سے اب دنیا فتح ہو گی[۳] اور اس طرح اس قربانی پر ہنسی اور تمسخر کرنے لگے۔ انہوں نے اس مخلص کی نیکی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ اسے اپنے مرض میں اضافہ کا موجب بنا لیا۔ قیامت کے روز جب منافق اس موقع پر قربانی نہ کر سکنے کے عذرات پیش کریں گے اور اپنی مشکلات بتائیں گے اور ان سب کے جواب میں اللہ تعالیٰ اس دو مُٹھی جو پیش کرنے والے کو پیش کر دے گا تو ان کی کیا عزت رہ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تمہارے پاس تو روپے موجود تھے مگر تم نے قربانی نہ کی لیکن اس کے پاس کچھ نہ تھا پھر بھی یہ پیچھے نہ رہا اس نے سمجھا کہ اگر میں نے عام مزدوری کے اصول پر مزدوری تلاش کی تو شاید کوئی کام نہ ملے اس لئے کسی کے آگے یہ تجویز رکھ دی کہ مجھ سے کام لے لو اور جو دینا چاہو دے دینا اور ظاہر ہے کہ ایسا نوکر جسے مل جائے وہ کیوں اس سے کام نہ لے گا۔ ہمارے ملک کے چھوٹے قصبات میں چپڑاسی کی تنخواہ عام طور پر دس بارہ روپے ماہوار ہے۔شہروں میں پندرہ بیس بھی ہوتی ہے۔خاص قسم کے نوکر مثلاً بیرے وغیرہ پچیس تیس بھی لیتے ہیں لیکن اگر کسی کو کوئی ایسا چپڑاسی مل جائے جو کہے کہ مجھے کھانا دے دیا کریں اور ساتھ صرف ایک دو روپے ہی دے دیں تو کئی لوگ جو عام طور پر نوکر نہیں رکھتے اسے رکھنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ پوری تنخواہ پر ملازمت تلاش کرو تو شاید ہی مل سکے لیکن اس طرح اگر کہا جائے کہ جو مرضی ہو دے دیں تو کئی لوگ آمادہ ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ چلو اسے ملازم رکھنے کی وجہ سے جو وقت ہمارا بچے گا اس میں ہم اپنے کام کو وسعت دے لیں گے۔تو اسی طرح اس صحابی نے یہ نہیں کہا کہ مجھے پوری مزدوری دو کیونکہ اس طرح ممکن تھا کہ کام مل ہی نہ سکتا بلکہ تھوڑی سی مزدوری پر راضی ہو گئے تا ثواب سے محروم نہ رہیں اور کام لینے والے کو بھی اگرچہ ضرورت نہ تھی لیکن سستا مزدور مل گیا اس لئے اس نے کام لے لیا اور اس طرح مزدوری کر کے اس صحابی نے اُجرت لا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کر دی اور اس طرح ایک اعلیٰ نمونہ دوسرے ہزاروں ایسے لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو نادار قرار دے کر قربانی سے گریز کرتے ہیں پیش کر دیا۔

پس ہر شخص کو عذر کرتے وقت غور کر لینا چاہئے کہ اسی جیسے حالات میں بعض دوسرے لوگ قربانی پیش کر رہے ہیں پھر کیا اس کا عذر اللہ تعالیٰ کے حضور میں قابلِ سماعت ہوگا اور جلسہ کی امداد کے بارہ میں قادیان کے لوگوں کو خصوصاً اپنے نفس کا محاسبہ کر لینا چاہئے کیونکہ جیسا میں نے بتایا ہے جلسہ کے اخراجات کے مہیا کرنے کے متعلق قادیان کے لوگوں پر دوسروں سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے بلکہ گو ابھی ہماری مالی حالت ایسی ہے کہ بیرونی جماعت کو بھی اس بوجھ کے اٹھانے میں مدد دینی پڑتی ہے لیکن اصل میں قادیان کے لوگوں کا ہی حق ہے کہ وہ یہ بوجھ

اٹھائیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہر سال جلسہ سالانہ کی آمد کم ہوتی ہے اور اس پر خرچ زیادہ ہوتا ہے حالانکہ جلسہ سالانہ ایک اہم صیغہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی اہمیت پر خاص زور دیا ہے۔ پس میں دوستوں کو پھر یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس موقع پر زیادہ سے زیادہ مالی قربانی کریں۔ قادیان اور ضلع گورداسپور کی جماعتوں کو بِالخصوص اور باہر کی جماعتوں کو بِالعموم اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اگرچہ میں نے بارہا کہا ہے محکمہ والے بھی اس صیغہ کی طرف پوری توجہ نہیں کرتے۔ اگر وقت پر اجناس وغیرہ لے لی جائیں تو زمیندار احباب بھی پورے جوش کے ساتھ اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جلسہ کے قرب کے ایام میں ان کے لئے حصہ لینا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ یہ وقت زمینداروں کے لئے سب سے زیادہ تنگی کا ہوتا ہے۔ غلہ اور چارہ وغیرہ دونوں قریباً ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ قرض لے لے کر گزارہ کرتے ہیں اور اس وقت ان کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں ہوتا کہ قرض لے کر چندہ دیں لیکن جب گیہوں کی فصل تیار ہو اس وقت اگر ان سے جلسہ کے لئے غلہ لے لیا جائے تو وہ بڑی آسانی سے دے سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسری چیزیں مثلاً گھی وغیرہ بھی اگر اسی طرح جمع کی جائیں تو آسانی سے جمع ہو سکتی ہیں ہاں ان کے محفوظ رکھنے کا سوال حل طلب ہے۔ جو میرے نزدیک اس طرح حل ہو جاتا ہے کہ جو غلہ یا دوسری جنس وصول ہو دکانداروں کو اس شرط پر دے دی جائے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر وہ ایسی ہی جنس اسی مقدار میں مہیا کر دیں۔ کوئی بدنیت دکاندار ہی ہوگا جو اس سمجھوتا کے لئے تیار نہ ہو اور مزید شرطیں لگا کر سلسلہ کو لوٹنا چاہے کیونکہ اس تجویز میں دکاندار کو بھی فائدہ ہے اسے کئی ماہ کے لئے مفت میں سرمایہ مل جاتا ہے۔

پس یہ انتظام نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے لیکن افسوس کہ محکمہ والے توجہ نہیں کرتے۔ میں نے کئی زمینداروں سے باتیں کی ہیں بالخصوص بار کے زمینداروں سے اور انہوں نے یہی کہا ہے کہ گھی وغیرہ جمع کر دینا بشرطیکہ مناسب اوقات میں اگر کوشش کی جائے ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں۔ ایک ایک ضلع کے زمیندار کافی گھی جمع کر سکتے ہیں۔ یہی حال غلّہ کا ہے۔ اگر غلّہ کی صورت میں تھوڑا تھوڑا بھی چندہ ان سے بروقت وصول کرنے کا انتظام کر لیا جائے تو بہت مقدار جمع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح دالیں وغیرہ بھی جمع کی جا سکتی ہیں اور انہی چیزوں کا زیادہ خرچ

ہوتا ہے۔ باقی گوشت وغیرہ رہ جاتا ہے وہ بیشک اس طرح جمع نہیں کیا جاسکتا مگر اس کا زیادہ خرچ نہیں ہوتا۔ ایسے علاقے بھی ہیں جن سے چاول وغیرہ بھی جمع کئے جاسکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ محکمہ والے توجہ نہیں کرتے۔ بہر حال اس سال بھی وہی دقت درپیش ہے اور محکمہ والے شور کررہے ہیں کہ روپیہ نہیں کام کس طرح چلایا جائے اس لئے میں پھر دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ بے شک اس وقت ہماری جماعت کے لئے بہت سی مشکلات ہیں یہ سال مالی لحاظ سے بہت تنگی کا سال ہے اور شاید اسکے نتیجہ میں اگلا سال بھی کسی قدر مشکلات رکھتا ہو۔ مگر مومنوں کے لئے یہ باتیں پرواہ کے قابل نہیں جن کے ایمان کمزور ہیں ان کے لئے سُکھ کے دن بھی کمزوری کے دن ہوتے ہیں۔ جن کے دل میں مرض ہوان کے پاس اگر کروڑوں روپیہ ہوتب بھی وہ یہی کہیں گے کہ کھانے کونہیں ملتا۔ چندے کہاں سے دیں لیکن مؤمن کے پاس کچھ بھی نہ ہوتو بھی وہ یہی کہے گا کہ بسم اللہ میں حاضر ہوں۔

یہ سچے اور جھوٹے دوست کے فرق کا وقت ہے۔ اس سال صحیح یا غلط طور پر ایک مقابلہ کا رنگ پیدا ہوگیا ہے یا پیدا کردیا گیا ہے۔ کیونکہ جوبلی کی تحریک دراصل چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب نے پہلے سے کی ہوئی تھی مگر ہمارے قدیم معاندین یعنی اہل پیغام نے بھی اسے شروع کردیا ہے اور ان کے لئے یہ آسانی ہے کہ وہ غیر احمدیوں سے بھی مانگ لیتے ہیں اور پھر دنیا کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ دیکھو ہماری چھوٹی سی جماعت کس قدر قربانی کررہی ہے تو یہ تحریک بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ تحریک جدید کے چندے ہیں۔ جن کی طرف میں جماعت کو توجہ دلا چکا ہوں کہ ان سے ایک مستقل فنڈ کی بنیاد ڈالی جارہی ہے۔ پس جو اِن میں حصہ لے گا اُس کا نام ہمیشہ کے لئے تاریخ میں محفوظ ہوجائیگا۔

پھر عام چندوں کا مطالبہ بدستور ہے یہاں کے کارکنوں کی تنخواہوں میں بھی کمی کردی گئی ہے اور پھر اس کے ساتھ بیرونی جماعتوں کو تحریک کی گئی ہے کہ وہ اپنے چندوں میں اضافہ کریں۔ پس یہ دن غیر معمولی مالی قربانی کے ہیں مگر مؤمن کا ایمان اور اخلاص ایسے ہی وقت میں پرکھا جاتا ہے اور حقیقی دوست کی پہچان کا یہی وقت ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک امیر کا نوجوان بیٹا سارا سارا دن اپنے دوستوں میں بیٹھا وقت ضائع کرتا

رہتا تھا۔ باپ اسے نصیحت کرتا کہ اس طرح ان لوگوں میں بیٹھ کر وقت ضائع نہ کیا کرو یہ تمہارے دوست نہیں ہیں بلکہ سب کھانے پینے کے یار ہیں انہیں تمہارے ساتھ کوئی اخلاص نہیں مگر بیٹا کہتا کہ ابا جی آپ کو پتہ نہیں آپ نے ان کی باتیں کبھی نہیں سنیں یہ میرے بہت وفادار دوست ہیں۔ باپ کہتا کہ باتیں کر لینا تو بالکل آسان ہے۔ آخر ایک دن باپ نے بیٹے سے کہا کہ اچھا میں تمہیں تجربہ کرا دیتا ہوں۔ باپ کا بھی ایک دوست تھا جو سپاہی تھا، وہ پہلے زمانہ کا دوست تھا جبکہ یہ امیر بھی معمولی حیثیت رکھتا تھا مگر بعد میں اسے ترقی حاصل ہوگئی مگر اس کے ساتھ دوستی بدستور رہی۔ لڑکا اسے حقیر سمجھتا اور دل میں کہتا کہ میرا باپ خود ایسے ذلیل لوگوں سے دوستی رکھتا ہے اور میرے دوستوں کو جو اچھے لوگ اور معزز آدمی ہیں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ باپ نے اسی دوست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آؤ دیکھیں کہ میرے اور تمہارے دوستوں میں سے سچا مخلص کون ہے اور لڑکے سے کہا کہ میں تمہیں دوستوں کا تجربہ کرانے کے لئے گھر سے نکال دیتا ہوں اور تم جا کر اپنے دوستوں سے مدد مانگنا۔ بیٹے نے کہا بیشک نکال کر دیکھ لیں میرے دوست ایسے نہیں ہیں وہ مجھے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ چنانچہ باپ نے اسے گھر سے نکال دیا اور وہ اپنے دوستوں کے ہاں چکر لگانے لگا۔ اسے نکالنے کی خبر مشہور ہوگئی اور اس کے جن دوستوں کو اس کی اطلاع ہوگئی ان میں سے کئی ایک نے دروازہ پر آکر اس سے ملنا بھی گوارا نہ کیا۔ کسی نے کہلوا دیا کہ میں بیمار ہوں، کسی نے کہلوا دیا کہ گھر پر نہیں ہیں اور بعض جن کو علم نہ ہوا تھا وہ آکر مل تو لیتے مگر جب وہ یہ کہتا کہ میرے باپ نے مجھے نکال دیا ہے آپ میری امداد کریں تا میں تجارت وغیرہ کا کام کرلوں۔ تو بعض تو کہہ دیتے کہ افسوس اس وقت ہمارا روپیہ فلاں جگہ لگا ہوا ہے ورنہ ہم ضرور مدد کرتے اور بعض کوئی اور بہانہ بنا دیتے اور بعض تو یہاں تک کہہ دیتے کہ جب تمہارے باپ کو تم پر اعتماد نہیں تو ہم کس طرح کر سکتے ہیں۔ آخر وہ سب طرف سے ذلیل ہوکر باپ کے پاس آیا اور کہا کہ واقعی آپ کا کہنا سچ تھا میرے سب دوست مطلب کے دوست تھے۔ تب باپ نے کہا کہ آؤ اب میں تمہیں اپنے دوست کا تجربہ کراتا ہوں۔ وہ بیٹے کو ساتھ لے کر رات کے بارہ ایک بجے اپنے اس دوست کے مکان پر پہنچا اور دستک دی اور کہا کہ جلدی باہر آؤ۔ اس نے جواب دیا کہ کون ہے اور جب

اپنے دوست کی آواز پہچانی تو کہا بہت اچھا آتا ہوں۔ باپ بیٹا باہر انتظار کرنے لگے مگر وہ دس پندرہ منٹ تک باہر نہ آیا۔ بیٹے نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دوست بھی ویسا ہی نکلا اور جب اسے شُبہ ہؤا کہ کسی غرض سے آئے ہیں تو چھُپ کر اندر بیٹھ رہا ہے۔ باپ نے کہا کہ تھوڑی دیر اور انتظار کرو۔ آخر پندرہ بیس منٹ کے بعد دروازہ کھُلا اور دوست اس حالت میں باہر آیا کہ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی، دوسرے میں ایک تھیلی اور ساتھ بیوی تھی۔ اس نے پوچھا کہ آپ نے نکلنے میں بہت دیر کر دی۔ تو اس نے کہا کہ یہ ساری عمر میں پہلا موقع ہے کہ آپ اس وقت آئے ہیں اور اس وجہ سے میں نے خیال کیا کہ ضرور کوئی تکلیف کا وقت آپ پر آیا ہوگا اور دنیا میں تین ہی قسم کی مشکلات ہوسکتی ہیں۔ یا تو آدمی کے گھر میں بیماری وغیرہ ہو، یا اس کے لئے مالی مشکلات ہوں اور یا پھر اس کی عزت خطرہ میں ہو۔ عزت کے خطرہ کے خیال سے میں نے تلوار لی، تا اگر اس کا موقع ہو تو اس سے آپ کی امداد کروں اور بیماری وغیرہ کا خیال کر کے میں نے اپنی بیوی کو ساتھ لے لیا کہ عورتیں تیمارداری اچھی کرتی ہیں، پھر مجھے خیال آیا کہ مالی مشکل بھی پیش آسکتی ہے اور بعض اوقات بڑے بڑے مالداروں کے دیوالے نکل جاتے ہیں جس سے ان کی حالت خطرناک ہو جاتی ہے اور وہ معمولی امداد کے بھی محتاج ہو جاتے ہیں اور گو مَیں کوئی مالدار آدمی نہیں پھر بھی ساری عمر تھوڑا تھوڑا کر کے بیوی بچوں کے لئے کچھ جوڑتا رہا ہوں اسے میں نے برتن میں ڈال کر زمین میں گاڑ رکھا تھا سو میں نے کہا اسے بھی نکال لوں کہ شاید میرے دوست کو آج میرے اس روپیہ ہی کی ضرورت پیش آگئی ہو اور اسی وجہ سے میرے نکلنے میں دیر ہوگئی سو اب میں حاضر ہوں اگر آپ کی عزت خطرہ میں ہے تو میری تلوار اور میری جان موجود ہے، اگر کوئی گھر میں بیمار ہے تو میری بیوی موجود ہے، اگر روپیہ کی حاجت ہے تو یہ میری ساری عمر کا اندوختہ موجود ہے۔ اس کی باتیں سن کر بیٹے نے باپ سے کہا کہ مجھے معلوم ہوگیا کہ سچے دوست کون ہوتے ہیں واقع میں سچے دوست کا ملنا بہت مشکل ہے۔ اس پر باپ نے اپنے دوست کو بتایا کہ میرا لڑکا گمراہ ہو رہا تھا میں نے اسے سبق دینے کے لئے آپ کو بے وقت تکلیف دی۔ آپ معاف فرمائیں اور گھر تشریف لے جائیں۔ تو جو سچا دوست ہو مشکلات کے وقت میں اس کا اخلاص بڑھ جاتا ہے اور وہ دوست کی امداد کے لئے سب قسم کی

مشکلات برداشت کرنے پر تیار ہوتا ہے۔قرآن کریم میں ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطرناک جنگوں کے لئے باہر نکلتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اسلام بڑی مصیبت میں مبتلا ہے، مسلمانوں کی زندگیاں خطرے میں ہیں، اور دشمن اتنا زبردست ہے کہ اس پر غالب آنے کی توقع نہیں تو بعض لوگ آکر کہتے کہ ہم آپ کے ساتھ تو چلیں مگر ہمارے گھر بے پناہ ہیں ان کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں حقیقتاً کوئی خطرہ ان کے لئے نہیں ہے[4] ان کے پاس دوسروں سے زیادہ سامان ہیں اور ان کے گھر دوسروں سے زیادہ محفوظ ہیں۔صرف بہانے بناتے ہیں مگر دوسرے جو سب مشکلات کو نظر انداز کر کے شامل ہو جاتے تھے ان کے متعلق فرماتا ہے کہ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ[5] کہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنے وعدے پورے کر دیئے اور بعض ایسے ہیں کہ جو انتظار میں ہیں کہ موقع ملے تو پورا کریں، ایسے ہی لوگوں میں سے ایک انصاری صحابی تھے۔ مفسرین نے تو لکھا ہے کہ یہ آیت ان ہی کے متعلق تھی مگر اس آیت کا مضمون ظاہر کرتا ہے کہ یہ کسی خاص فرد کے لئے نہیں بلکہ ایسے سب لوگوں پر چسپاں ہوسکتی ہے جو اس نمونہ کو پیش کرنے والے ہوں اور درحقیقت ایسے صحابی کئی تھے۔ وہ انصاری صحابی جن کا میں نے ذکر کیا حضرت انس کے چچا تھے۔ان کو جنگ بدر میں شامل ہونے کا موقع نہ مل سکا تھا۔جب لوگ ان کے سامنے بدر کے واقعات بیان کرتے اور کہتے کہ فلاں بات یوں ہوئی اور ہم نے یوں کیا تو ان کو بہت غصہ آتا لیکن غصہ نکالنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے وہ ان باتوں کو سن کر یہ کہنے لگ جاتے کہ بے شک تم لوگوں نے جو کچھ کیا خوب کیا لیکن اگر میں ہوتا تو دکھاتا کہ لڑائی کس طرح کی جاتی ہے۔ان کی یہ بات ایک قسم کا لطیفہ بن گئی تھی جہاں دو چار آدمی بیٹھے بدر کی باتیں کر رہے ہوتے تھے وہ وہاں پہنچ کر اپنے دل کی حسرت اس طرح نکالنا شروع کر دیتے کہ دوستو! میں بدر میں موجود ہوتا تو تم کو بتاتا کہ خدا کی راہ میں کس طرح لڑا کرتے ہیں۔کئی لوگ تو یونہی لاف زنی کر دیا کرتے ہیں مگر یہ صحابی جو کچھ کہتے تھے اخلاص سے کہتے تھے اور دراصل ان کا دل خون ہو رہا ہوتا تھا کہ مجھے کیوں بدر میں شمولیت کا موقع نہ ملا اور وہ ان الفاظ سے اپنے دردِ دل کا اظہار کیا کرتے۔آخر اللہ تعالیٰ کی حکمت اُحد کا دن لے آئی اور یہ ایسے لوگوں کے لئے

دلی حسرت نکالنے کا ایک بے نظیر موقع تھا۔ چنانچہ یہ صحابی جنگ اُحد میں شریک ہوئے اور جو قربانی کر سکتے تھے کی اور جب دشمن کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گیا تو انہوں نے چونکہ کھانا نہیں کھایا ہؤا تھا کچھ کھجوریں پاس تھیں، میدان سے ایک طرف ہٹ کر کھجوریں کھانے لگے اتنے میں وہ واقعہ ہؤا کہ جس سے مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، دشمن نے پیچھے سے حملہ کر دیا اور مسلمان چونکہ فتح کے خیال میں ادھر اُدھر منتشر ہو چکے تھے سنبھل نہ سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے اور صحابہؓ کو خیال آیا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ صحابی اپنے خیال میں مست کھجوریں کھا رہے تھے اور بالکل مطمئن تھے کہ ٹہلتے ٹہلتے میدان جنگ کے قریب آئے اور دیکھا کہ ایک پتھر پر حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے باوجود نہایت جری اور دلیر ہونے کے بچوں کی طرح رو رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس حال میں دیکھ کر حیرت سے پوچھا کہ عمرؓ یہ رونے کا کون سا وقت ہے یہ تو خوش ہونے کا وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ فتح کے بعد کیا ہو گیا ہے اور پھر بتایا کہ اس طرح دشمن نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمان پراگندہ ہونے کی وجہ سے سنبھل نہ سکے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس وقت ان صحابی کے ہاتھ میں صرف ایک کھجور باقی رہ گئی تھی انہوں نے فوراً اسے پھینک دیا اور کہا کہ میرے اور جنت کے درمیان اس کے سوا اور ہے کیا اور پھر حیرت سے حضرت عمرؓ کو مخاطب ہو کر کہا کہ عمرؓ اگر یہ خبر سچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو تم یہاں کیوں بیٹھے ہو جس طرف خدا کا رسول گیا ہم بھی وہیں جائیں گے۔ یہ کہہ کر تلوار نیام سے نکال لی اور دشمن کے لشکر کی طرف دوڑ پڑے اور جا کر لڑائی شروع کر دی اور نہ معلوم کتنوں کو اپنے خیال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلہ لینے کے لئے جہنم واصل کر کے یہ خدا کا جری شہید ہو گیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَرَضِیَ ھُوَ عَنِ اللّٰہِ ۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دوبارہ فتح دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میدان میں جا کر دیکھو کہ ہمارے ساتھیوں میں سے کون کون شہید ہوئے ہیں اور کون کون زخمی پڑے ہیں تا زخمیوں کی امداد کی جائے اور شہیدوں کی تکفین کا انتظام کیا جائے۔ صحابہ میدانِ جنگ میں پھیل گئے اور زخمیوں کی تیمارداری شروع ہوئی اور شہیدوں کی لاشیں جمع کی جانے لگیں۔ جب وہ

لاشیں جمع کر رہے تھے تو انہوں نے ایک لاش کو دیکھا کہ وہ پہچانی نہ جاتی تھی اس کے ٹکڑے ادھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے اور چہرہ زخموں سے بالکل چھلنی ہو رہا تھا ایسا کہ مُردہ کی شناخت ناممکن تھی۔ انہوں نے سب ٹکڑے جمع کر کے اکٹھے رکھے تو نضر جن کا ذکر اوپر ہؤا ہے ان کی ہمشیرہ نے ایک انگلی سے پہچانا کہ یہ تو میرا بھائی ہے۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے گِنا تو ان کے جسم کے ستّر ٹکڑے الگ الگ پڑے تھے۔[۶]

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ فتح دراصل ایسے ہی لوگوں سے ہوتی ہے ان سے نہیں جو محض ایک نام کے ماتحت جمع ہو جاتے ہیں تم اس وقت جو ہزاروں یہاں بیٹھے ہو یا جو لاکھوں دنیا میں پھیلے ہوئے ہو سارے کے سارے وہ نہیں ہو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں احمدی ہیں۔ یا جن کے ذریعہ سے اسلام کو فتح حاصل ہوگی۔ جن کے ذریعہ سے یہ فتح حاصل ہوگی وہ وہی ہیں جن کے دل ہر وقت قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں اور جو مشکلات اور تکالیف میں زیادہ قربانی کرتے ہیں انہی لوگوں کی کوشش سے فتح آتی ہے اور انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماعت احمدیہ کو قائم رکھنے والے بھی وہی لوگ ہیں۔ بسا اوقات یہ صرف چند آدمی ہوتے ہیں، لاکھوں میں سے ہزاروں، ہزاروں میں سے سینکڑوں اور سینکڑوں میں سے دسیوں بظاہر لاکھوں، ہزاروں اور سینکڑوں ہوتے ہیں مگر جن کی قربانی کی وجہ سے فتح حاصل ہوتی ہے وہ بہت کم ہوتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ جو ہر مصیبت میں قدم آگے بڑھاتے ہیں اور کسی صورت میں بھی پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ دنیا کے دیئے ہوئے ناموں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، مسلمان، احمدی خواہ کوئی کچھ کہلائے فائدہ اسی نام سے حاصل ہوگا جو نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جائے۔ ہزاروں عبدالرحمٰن کہلاتے ہیں مگر دراصل عبدالشیطان ہوتے ہیں اور ہزاروں ہیں جن کا نام عبدالرحیم ہے مگر دراصل وہ عبدالرجیم ہوتے ہیں، ہزاروں کے نام عبدالحلیم ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں وہ عبدالغضب ہوتے ہیں اور ہر ایک کو کُتّے کی طرح کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ پس اصل نام وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔

صحابہ کے نام دیکھو بعض بالکل ادنیٰ قسم کے تھے۔ مثلاً کسی کا نام جریر تھا مگر ہم جب ان کا نام لیں گے تو ساتھ رضی اللہ عنہ کہیں گے۔ جریر کے معنی پنجابی زبان میں گھسیٹا کے ہیں ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ان کا نام گھسیٹا تھا بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں کیا ہیں۔ گھسیٹا ہیں یا تخت پر بیٹھنے والے ہیں۔ ہماری جماعت میں بھی بعض نام ایسے ہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک مخلص صحابی کا نام اروڑہ تھا بعض لوگ جن کے بچے عام طور پر فوت ہو جاتے ہیں وہ بچہ کو میلے کے ڈھیر پر گھسیٹتے ہیں کہ شاید وہ اس طرح بچ جائے اور پھر ان کا نام اروڑہ رکھ دیا جاتا ہے۔ ان منشی صاحب کا نام بھی اسی طرح ان کے والدین نے اروڑہ رکھا تھا مگر وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اروڑہ نہ تھے۔ ماں باپ نے ان کا نام اس لئے رکھا تھا کہ شاید میلے کے ڈھیر پر پڑ کر ہی یہ بچہ زندہ رہے مگر اللہ تعالیٰ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں ڈال کر نہ صرف جسمانی موت سے بلکہ روحانی موت سے بھی بچانا چاہتا تھا۔ ماں باپ نے اسے گند کی نذر کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاک دل کو دیکھا اور اسے اپنے لئے قبول کیا چنانچہ اس نے انہیں ایمان نصیب کیا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی بنے اور ایسے مخلص کہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایسے اخلاص کے بغیر نجات کی امید رکھنا فضول بات ہے۔ ان لوگوں نے اپنے اخلاص کا ثبوت ایسے رنگ میں پیش کیا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ لوگ محبت پیار کے مجسمے تھے۔ منشی اروڑہ صاحب مرحوم نے مجھے خود ایک واقعہ سنایا کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ لیا تھا کہ آپ کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ابتدائی زمانہ میں دو ریاستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کا خاص موقع نصیب ہوا۔ ایک کپورتھلہ اور دوسری پٹیالہ۔ مجھے افسوس ہے کہ پٹیالہ نے اپنا معیار قائم نہ رکھا، بعد میں کئی فتنوں میں پٹیالہ کا کوئی نہ کوئی حصہ ہوتا رہا ہے۔ (یہ ضمنی بات میں نے اس لئے کہہ دی ہے کہ پٹیالہ کی جماعت کو توجہ ہو اور وہ اپنے معیار کو قائم رکھنے کی کوشش کرے کیونکہ محض ماں باپ کی وجہ سے کوئی ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا) تو کپورتھلہ کی جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خواہش کی کہ حضور وہاں تشریف لائیں اور آپ نے وعدہ فرمایا۔ منشی اروڑہ صاحب مرحوم

نے سنایا کہ ایک دفعہ وہ ایک دکان پر بیٹھے تھے، اس زمانہ میں کپورتھلہ میں ریل نہ جاتی تھی شاید پھگواڑہ سے تانگوں پر لوگ جاتے تھے، منشی صاحب مرحوم ایک دکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شدید دشمنِ سلسلہ جو ہمیشہ احمدیوں کے ساتھ بُرائی کیا کرتا تھا آیا اور ان سے کہا کہ تمہارے مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آئے ہیں اور اڈے پر کھڑے ہیں۔ منشی صاحب اس وقت دکان پر بیٹھے آرام سے باتیں کر رہے تھے، پگڑی اور جُوتی اُتاری ہوئی تھی، جب اس دشمن نے یہ خبر سنائی تو اسی طرح اٹھ کر دوڑ پڑے۔ تھوڑی دور گئے تو خیال آیا کہ یہ شخص ہمیشہ ہمیں چِڑایا کرتا ہے یہ بھی اس نے تمسخر نہ کیا ہو اس لئے پندرہ بیس قدم دوڑنے کے بعد ٹھہر گئے اور اسے بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ تو بڑا خبیث ہے ہمیشہ ستاتا ہے۔ یہ بھی تُو نے جھوٹ بولا ہوگا، ورنہ ہماری قسمت ایسی کہاں کہ حضور تشریف لائیں مگر اس نے کہا کہ نہیں میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں انہیں اکوّں کے اڈے پر کھڑا چھوڑ کر آیا ہوں یہ پھر دوڑ پڑے مگر پھر پندرہ بیس قدم دوڑ کر کھڑے ہو گئے اور پھر اسے بُرا بھلا کہنے لگے اور آخر میں کہا کہ ہماری قسمت ایسی کہاں کہ حضور تشریف لائیں اور اسی طرح تین چار مرتبہ کیا۔ تھوڑی دور بھاگتے اور پھر کھڑے ہو کر اسے کوسنے لگتے کہ اتنے میں سامنے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ منشی صاحب مرحوم شاید مجسٹریٹ یا سیشن جج کی پیشی میں تھے۔ مہینہ میں ایک بار ضرور قادیان آجاتے تھے اور چونکہ ایک چھٹی سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے جب تک ساتھ ہفتہ کا کچھ وقت نہ ملے اس لئے جس دن ان کے قادیان آنے کا موقع ہوتا ان کا افسر دفتر والوں سے کہہ دیتا کہ آج کام جلدی ختم ہونا چاہئے کیونکہ منشی جی نے قادیان جانا ہے اگر وہ نہ جا سکے تو ان کے دل سے ایسی آہ نکلے گی کہ میں برباد ہو جاؤں گا اور اس طرح ہمیشہ ان کو ٹھیک وقت پر فارغ کر دیتا۔ افسر گو ہندو تھا مگر آپ کی نیکی، تقویٰ اور قبولیت دعا کا اس پر ایسا اثر تھا کہ وہ آپ ہی آپ انکے لئے قادیان آنے کا وقت نکال دیتا اور کہتا کہ اگر یہ قادیان نہ جا سکے تو ان کے دل سے ایسی آہ نکلے گی کہ میں نہیں بچ سکوں گا۔

تو انسان جیسا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرتا ہے ویسا ہی وہ اس سے کرتا ہے۔ جس جس رنگ میں انسان اپنے دل کو اس کے لئے پگھلاتا ہے اسی رنگ میں اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ

سلوک کرتا ہے۔ دنیا اسے مارتی ہے، گالیاں دیتی ہے، اسے دبانے کی کوشش کرتی ہے مگر وہ ہر دفعہ گرائے جانے کے بعد گیند کی طرح پھر اُبھرتا ہے۔ ایسے مؤمنوں کو ہر قسم کی روکوں کے باوجود اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے اور یہی حقیقی جماعت ہوتی ہے جو ترقی کرتی ہے۔ پس اپنے دلوں کو ایسا ہی بناؤ اور ایسی محبت سلسلہ کے لئے پیدا کرو پھر دیکھو تمہیں اللہ تعالیٰ کس طرح بڑھاتا ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں ان کو تو مانگنا بھی نہیں پڑتا بعض وقت وہ ناز کے انداز میں کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ خود بخود ان کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہی میں نے یہ واقعہ بھی سنا ہے کہ ایک بزرگ تھے ایک دفعہ ان پر ایسی حالت آئی کہ وہ سخت مصیبت میں تھے کسی نے ان سے کہا کہ آپ دعا کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میرا رب مجھے نہیں دینا چاہتا تو میرا دعا کرنا گستاخی ہے جب اس کی مرضی نہیں تو میں کیوں مانگوں۔ اس صورت میں تو میں یہی کہوں گا کہ مجھے نہ ملے اور اگر وہ دینا چاہتا ہے تو میرا مانگنا بے صبری ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ دعا کرتے ہی نہیں بلکہ کبھی کبھی کامل مؤمنوں پر ایسی کیفیات آتی ہیں اور وہ کہتے ہیں اچھا ہم مانگیں گے نہیں اللہ تعالیٰ خود ہماری ضرورت کو پورا کرے گا مگر یہ مقام یونہی حاصل نہیں ہوتا۔ یہ مت خیال کرو کہ تم یونہی بیٹھے رہو، اپنے قلوب میں محبت پیدا نہ کرو، نمازوں میں خشوع خضوع پیدا نہ کرو، صدقہ و خیرات اور چندوں میں غفلت کرو، جھوٹ اور فریب سے کام لیتے رہو اور پھر بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے وارث ہو جاؤ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

ابھی لاہور میں مجھے ایک بوہرہ صاحب ملنے آئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، خدا تعالیٰ سے ملنے کی خواہش بھی ہے مگر خدا تعالیٰ ملتا نہیں۔ میں نے کہا کہ خواہش کا تو پتہ نہیں یہ تو خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر یہ بات ضرور ہے کہ دودھ یا شہد کے لئے پیالہ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اگر پیالہ نہ ہو تو اسے رکھا کہاں جائے گا لیکن دودھ اور شہد کے بغیر پیالہ کی بھی کوئی قیمت نہیں دونوں چیزیں ضروری ہیں آپ کے پاس پیالہ تو بے شک ہے مگر دودھ یا شہد نہیں اور ظاہر ہے کہ خالی پیالہ کو کوئی کیا کرے گا، دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ کئی دل درست نہیں ہوتے اس لئے خدا تعالیٰ انہیں نہیں ملتا، کئی ایک جھوٹی قسم کی محبت تو رکھتے ہیں

لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے ہوئے ظاہری احکام کی پیروی نہیں کرتے ، انہیں بھی خدا تعالیٰ نہیں ملتا ۔ پس خالی نماز، روزہ کافی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو ملنے کے لئے عاشقانہ قلبی کیفیت کی ضرورت ہے اور ایسے دل کی ضرورت ہوتی جو تمام عذروں اور بہانوں سے خالی ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف جُھک جائے اور اگر کوئی کہے کہ ہمارے دل میں اخلاص موجود ہے تو ظاہری احکام کی کیا ضرورت ہے تو یہ بھی درست نہیں ظاہری احکام پر عمل بھی ضروری چیز ہے ۔ میں نے کئی دفعہ پہلے بھی سنایا ہے کہ قاضی امیر حسین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی تھے احمدی ہونے سے قبل وہ کٹر وہابی تھے اور اس وجہ سے کئی باتیں ظاہری آداب کی وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب حضور باہر تشریف لاتے تو دوست کھڑے ہو جاتے تھے ۔ قاضی صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ یہ جائز نہیں بلکہ شرک ہے اور اس بارہ میں ہمیشہ بحث کیا کرتے تھے کہ اگر آج ہم میں ایسی باتیں موجود ہیں تو آئندہ کیا ہوگا ۔ وہ میرے استاد تھے میری خلافت کا زمانہ آیا تو ایک دفعہ میں باہر آیا تو وہ معاً کھڑے ہو گئے میں نے کہا قاضی صاحب یہ تو آپ کے نزدیک شرک ہے اس پر وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ خیال تو میرا یہی ہے مگر کیا کروں رُکا نہیں جاتا ، اس وقت بغیر خیال کے کھڑا ہو جاتا ہوں ۔ میں نے کہا بس یہی جواب ہے آپ کے تمام اعتراضات کا ۔ جہاں بناوٹ سے کوئی کھڑا ہو تو یہ بے شک شرک ہے مگر جب آدمی بے تاب ہو کر کھڑا ہو جائے تو یہ شرک نہیں ۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بعض امور ایسے ہیں جنہیں تکلف اور بناوٹ شرک بنا دیتے ہیں ، فرماتے تھے اپنے ایک بھائی کی وفات پر حضرت عائشہؓ نے بے اختیار چیخ ماری اور منہ پر ہاتھ مار لئے ۔ کسی نے ان سے دریافت کیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بے اختیاری میں ایسا ہو گیا ۔ میں نے جان کر نہیں کیا ۔ تو قاضی صاحب کی یہ بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ یا تو وہ بحث کیا کرتے تھے اور یا خود کھڑے ہو گئے ۔ یہ قلبی حالت ہی اصل حالت ہے جو بات بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے وہی اصل نیکی ہے ، اس سے نیچے جو نیکی ہے وہ نیکی تو ہے مگر سہارے کی محتاج ہے ۔ اصل نیکی وہی ہے جو آپ ہی آپ ہو اور ارادہ سے بھی پہلے کام ہو جائے ۔ بچوں کو دیکھو وہ سوتے سوتے یوں منہ مارتے ہیں کہ گویا دودھ

پی رہے ہیں یا بعض مائیں جن کے بچے فوت ہو جاتے ہیں وہ نیند میں اپنے پستان پکڑ کر اس طرح دودھ پلاتی ہیں کہ گویا ان کا بچہ ساتھ سویا ہؤا ہے، انہیں دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طبعی محبت کیا ہے۔ اس میں کسی کوشش کا دخل نہیں ہوتا اور یہی محبت اور تعلق ہے جو سچی قربانی کراتا ہے اور سچی قربانی ہی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بنا دیتی ہے۔ بعض اوقات جاہل اور اَن پڑھ لوگ بھی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پا لیتے ہیں۔ میں نے منشی اروڑہ صاحب کا ذکر کیا ہے وہ بالکل معمولی تعلیم رکھتے تھے مگر انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص تھا اور اسی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظروں میں ان کی بڑی قدر تھی ان کی کمیِ علم کو دیکھ کر ایک دفعہ لوگ ان کو مولوی ثناء اللہ صاحب کے لیکچر میں لے گئے۔ وہ تقریر کرتے رہے اور یہ بیٹھے رہے۔ لوگوں نے پوچھا کچھ اثر ہؤا اگر نہیں ہؤا تو جواب دو۔ کہنے لگے یہاں تو جواب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں نے تو مرزا صاحب (علیہ السلام) کا منہ دیکھا ہؤا ہے کوئی خواہ سال بھر بیٹھا ان کے خلاف تقریریں کرتا رہے میں تو ان سب کے جواب میں صرف یہی کہوں گا کہ وہ منہ جھوٹوں والا نہیں تھا۔ مجھ پر کسی تقریر کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا کیونکہ میں نے خود ان کو دیکھ لیا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ سورج آپ اپنی سچائی کی دلیل ہوتا ہے۔ اس کے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کو دیکھنے کے بعد ان کی صداقت کے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ سب تقریریں سن کر میں زیادہ سے زیادہ یہ کہوں گا کہ تم بڑے لسّان ہو۔ باتیں خوب بنا لیتے ہو مگر میں نے جب اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ لیا تو کس طرح جھٹلا سکتا ہوں۔ تو جہاں دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص پایا جاتا ہو وہاں وہ آپ ہی آپ ان لوگوں کی حفاظت کرتا ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہؤا ہے کہ ایک دفعہ غالباً ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ جو اہلِ بیت میں سے تھے اور جن کا نام موسیٰ رضا تھا۔ اس بہانہ سے قید کر دیئے گئے کہ ان کی وجہ سے فتنہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ ایک دفعہ آدھی رات کے وقت ایک شخص ان کے پاس قید خانہ میں رہائی کا حکم لے کر پہنچا۔ وہ بہت حیران ہوئے کہ میں تو سیاسی قیدی تھا پھر اس طرح میری فوری رہائی کس طرح ہوگئی۔ وہ بادشاہ سے ملے تو اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ نے مجھے اس طرح یکا یک رہا کر دیا۔ اس نے کہا کہ

وجہ یہ ہوئی کہ میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کسی نے آ کر مجھے جگایا ہے۔ خواب میں ہی میری آنکھ کھلی تو پوچھا آپ کون ہیں تو معلوم ہؤا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہارون الرشید یہ کیا بات ہے کہ تم آرام سے سو رہے ہو اور ہمارا بیٹا قید خانہ میں ہے یہ سن کر مجھ پر ایسا رُعب طاری ہؤا کہ اسی وقت رہائی کے احکام بھجوائے انہوں نے کہا کہ اس روز مجھے بھی قید خانہ میں بڑا کرب تھا، اس سے پہلے مجھے بھی کبھی رہائی کی خواہش نہ پیدا ہوئی تھی۔ تو ہم ایسے ہزاروں لاکھوں بیانوں کو کس طرح جھٹلا سکتے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے خدا تعالیٰ کی قدرت کے متعلق کس طرح شُبہ کر سکتے ہیں۔ وہ ضرور قادر ہے مگر ہمیں چاہئے کہ اس کی قدرت کو جنبش دینے والے اور اس کی رحمت کو اپنے اندر جذب کرنے والے بنیں۔

پس میں احباب کو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ ان اہم ایام کی قدر کرو مصائب اور فتن جتنے زیادہ ہوں گے اتنے ہی قُربِ الٰہی کے رستے نزدیک ہوں گے اور میں توجہ دلاتا ہوں کہ دوست ایک طرف تو مالی طور پر قربانی کریں اور دوسری طرف جسمانی لحاظ سے اور مکانوں کو دینے کے لحاظ سے بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ تم میں سے بیسیوں شریفُ الطبع ایسے ہوں گے کہ گزشتہ سالوں میں پہلے تو انہوں نے چندہ دینے یا مکانات دینے میں بُخل سے کام لیا ہوگا مگر جلسہ کے ایام گزرنے کے بعد ان کے دل میں ایک ٹیس اٹھی ہوگی اور انہیں احساس ہؤا ہوگا کہ اگر ہم یہ معمولی سی قربانی کر دیتے تو کیا اچھا ہوتا آخر یہ تین چار روز گزر ہی گئے۔ میں مان نہیں سکتا کہ تم میں سے جس سے کوتاہی ہوئی ہو اور اس کے اندر شرافت موجود ہو اس کے دل میں یہ درد نہ اٹھا ہو۔ ضرور اس کے دل میں بعد میں کرب پیدا ہؤا ہوگا۔ ایسے لوگوں کے لئے اپنی حسرتیں پوری کرنے کا آج موقع ہے اور میں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں موقع دیا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔

اسی طرح میں بیرونی جماعتوں کو بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بوجھوں کی وجہ سے وہ کمزوری محسوس نہ کریں اور اس وجہ سے یہاں آنے یا مالی بوجھ اٹھانے میں کوئی کمی نہ کریں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اسے یہ دن دیکھنے نصیب ہوں گے یا نہیں اور اگر اس دفعہ ہوئے تو آئندہ ہوں گے یا نہیں

اس لئے ثواب حاصل کرنے کا جو موقع بھی انہیں ملا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسی طرح قادیان کے لوگوں سے بھی یہ کہتا ہوں کہ وہ مالی لحاظ سے بھی، مکانات دینے کے لحاظ سے بھی اور خدمات بجالانے کے لحاظ سے بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لیں، اسی طرح دوسری تحریکات میں بھی حصہ لیں۔ بے شک بوجھ زیادہ ہیں مگر ہماری ہی کوتاہیوں کے نتیجہ میں یہ فتنے پیدا ہوتے ہیں اور انہیں روکنے کا ذریعہ یہی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ قربانیاں کریں اور باہر کے دوستوں سے بھی یہ کہتا ہوں کہ ان کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں، وہ ہوشیار ہو جائیں اور اپنی کمریں کس لیں۔ اس وقت دنیا کی نگاہیں ہم پر پڑ رہی ہیں اور لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے سپاہی کیا قربانیاں پیش کرتے ہیں اس لئے دوستوں کو خدا تعالیٰ کے سپاہیوں جیسا نمونہ پیش کرنا چاہئے اور یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کا جذبہ اس سے بہت زیادہ ہے جو دُنیوی سپاہی اپنے ملک کے لئے کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ ثابت نہ کر دیا کہ ان کے دلوں میں قربانی کا بے انتہا جذبہ موجود ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی ہتک کرانیوالے ہوں گے کیونکہ دنیا کہے گی کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اتنی بھی قدر نہیں جتنی جاپان، جرمنی اور اٹلی کے سپاہیوں کے دلوں میں اپنے وطن کی قدر ہے۔''

(الفضل ۱۶ ؍دسمبر ۱۹۳۸ء)

۱، ۲ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرة:۱۴۴)

۳ بخاری کتاب التفسیر باب قولهِ الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ (الخ)

۴ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (الاحزاب:۱۴)

۵ الاحزاب:۲۴

۶ سیرت ابن هشام جلد ۳ صفحہ ۸۸ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء